پروفیسر محمد اکرم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اسلوب دعوت

(۱)

----- مکی دور -----

چالیس سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو حکمِ الٰہی کے مطابق دعوت کے کام کا آغاز نہایت حکمت، تدبر اور تدریج کے ساتھ فرمایا۔ آپ ﷺ نے ابتداءً ان لوگوں کے سامنے دعوت پیش کی جو آپ کی صحبت سے فیض یاب ہو چکے تھے اور آپ کے اخلاق اور چالیس سالہ زندگی کے شب و روز سے آگاہ تھے۔ انہوں نے بلا تامل اس دعوت کو قبول کر لیا چنانچہ عورتوں میں حضرت خدیجہؓ، مردوں میں حضرت ابوبکرؓ، غلاموں میں حضرت زیدؓ بن حارثہ اور بچوں میں حضرت علیؓ نے سب سے پہلے قبولیتِ اسلام کا شرف حاصل کیا۔

تیرہ سالہ مکی دور کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دعوتِ دین کے لئے صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کی بھرپور معاونت کی اور اس ضمن میں پیش آنے والی ہر اذیت، تکلیف اور دکھ کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ دعوتِ دین کے اس مشکل اور کٹھن دور میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے جو مناہج اور اسالیب اختیار فرمائے، ذیل کی سطور میں ان کا ایک جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

انفرادی سطح پر دعوت / خفیہ دعوت

مکی دور میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے ہر فرد تک انفرادی سطح پر دعوت پہنچانے کا اسلوب اختیار کیا اور یہ حقیقت ہے کہ اگر افراد تک ذاتی سطح پر بات پہنچائی جائے تو اس کا یقیناً اثر ہوتا ہے۔ اس لئے اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے بھی اس اندازِ دعوت کو بڑے مؤثر طریقۂ تبلیغ کے طور پر اپنایا۔ چنانچہ مکی دور کے ابتدائی سالوں میں کئی لوگوں کا صحابہ کرامؓ کی دعوت پر اسلام قبول کرنا اس طریقۂ تبلیغ کی کامیابی کی روشن دلیل ہے۔ علامہ ابن الاثیرؒ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

''ان (ابوبکرؓ) کے ہاتھ پر ایک جماعت جن کو ان کے ساتھ محبت و تعلق تھا، اسلام لائی۔ یہاں تک کہ عشرہ مبشرہ

میں سے پانچ بزرگ بھی ان کے ہاتھ پر اسلام لائے''۔(۱)

حضرت عثمانؓ بن عفانؓ کے تذکرہ میں ان بعض ناموں کی تفصیل بھی ملتی ہے جنہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ نیز اشارۃً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں یہ کامیابی انفرادی سطح پر خفیہ دعوت کی بدولت حاصل ہوئی:

''قریش کے لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آتے تھے اور متعدد وجوہ مثلاً علم، تجربہ اور حسنِ مجالست کی بناء پر ان سے محبت کرتے تھے۔ چنانچہ آنے والوں اور ساتھ بیٹھنے والوں میں سے جن لوگوں پر ان کو اعتماد تھا ان کو انہوں نے دعوتِ اسلام دی اور جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے ان کے ہاتھ پر زبیر بن عوامؓ، عثمانؓ بن عفان اور طلحہؓ بن عبیداللہ اسلام لائے''۔(۲)

حضرت ابوبکرؓ کو قریش میں جو مقام و مرتبہ حاصل تھا، جس کی بناء پر وہ قریش میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے، ان کی اس حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے ابن ہشام لکھتے ہیں:

''ابوبکرؓ اپنی قوم میں بہت تعلقات رکھنے والے، محبوب، نرم اخلاق، قریش میں بہترین نسب والے تھے، قریش کے انساب کا انہیں تمام قریش سے زیادہ علم تھا اور ان کی اچھائی برائی کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ تجارت کرتے تھے، خوش مزاج تھے، ہر ایک سے نیک سلوک کرتے تھے۔ علم، تجارت اور حسنِ معاملات کے سبب قوم کے تمام افراد آپ کے پاس آتے تھے اور آپ سے تعلقات رکھتے تھے، آپ نے قوم کے ان تمام افراد کو اسلام کی جانب بلانا شروع کر دیا، جن پر آپ کو بھروسا تھا اور جو کہ آپ کے پاس آتے جاتے تھے اور اٹھتے بیٹھتے تھے''۔(۳)

جن لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ اور کوششوں سے اسلام قبول کیا ابنِ ہشام نے ان کے نام ذکر کیے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

عثمانؓ بن عفان، زبیرؓ بن عوام، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص، طلحہؓ بن عبیداللہ، ابوعبیدہؓ بن الجراح، ابو سلمہؓ، ارقمؓ بن ابی الارقم، عثمانؓ بن مظعون نیز ان کے دونوں بھائی قدامہؓ اور عبداللہؓ، عبیدہؓ بن الحارث، سعیدؓ بن زید نیز ان کی بیوی فاطمہ بنت الخطابؓ، اسماء بنت ابی بکرؓ، عائشہ بنت ابی بکرؓ، خبابؓ بن الارت، عمیرؓ بن ابی وقاص، عبداللہؓ بن مسعود، مسعودؓ بن القاری، مسعودؓ بن ربیعہ، سلیطؓ بن عمرو اور ان کے بھائی حاطبؓ، عیاشؓ بن ربیعہ اور ان کی بیوی اسماءؓ بنت سلامہ، عامرؓ بن ربیعہ، عبداللہؓ بن جحش اور ان کے بھائی احمدؓ، جعفرؓ بن ابی طالب اور ان کی زوجہ اسماءؓ بنت عمیس، حاطبؓ بن الحارث اور ان کی بیوی فاطمہ بنت المجلل، خطابؓ بن الحارث اور ان کی بیوی فکیہہؓ بنت یسار، معمرؓ بن الحارث، السائبؓ بن عثمانؓ بن مظعون، المطلبؓ بن ازہر اور ان کی بیوی رملہؓ بنت ابی عوف، نعیمؓ بن

عبداللہ☆، عامرؓ بن فہیرہ مولیٰ ابی بکرؓ، خالدؓ بن سعید اور ان کی بیوی امینہؓ بنت خلف بن اسد، حاطبؓ بن عمرو، ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ، واقدؓ بن عبداللہ، خالدؓ، عامرؓ، عاقلؓ اور ایاسؓ بنو البکیر بن عبد یالیل میں سے، عمار بن یاسرؓ اور صہیبؓ بن سنان (۴)

دعوت وتبلیغ کے میدان میں صحابیات نے بھی، باوجود اپنی فطری کمزوریوں کے، صحابہ کرامؓ کے شانہ بشانہ کام کیا۔ بعض صحابیات کے متعلق بھی اس طرح کی روایات ملتی ہیں کہ انہوں نے انفرادی سطح پر دعوت وتبلیغ کا کام پوری جانفشانی سے کیا۔ ابن اثیر کی روایت کے مطابق حضرت ام شریکؓ دوسیہ ایک صحابیہ تھیں، جو آغاز اسلام میں مخفی طور پر قریش کی عورتوں کو اسلام کی دعوت دیا کرتی تھیں۔ قریش کو ان کی مخفی کوششوں کا حال معلوم ہوا تو ان کو مکہ سے نکال دیا۔ (۵)

حضرت فاطمہ بنت خطابؓ کی استقامت، عزم واستقلال اور دعوت سے متاثر ہو کر حضرت عمرؓ بن خطاب نے اسلام قبول کیا۔ (۶)

مدنی دور میں بھی صحابیات نے انفرادی سطح پر دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیا۔ حضرت ام حکیمؓ بنت الحارث کی شادی عکرمہ بن ابی جہل سے ہوئی تھی۔ وہ خود تو فتح مکہ کے دن اسلام لائیں لیکن ان کے شوہر بھاگ کر یمن چلے گئے ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ ام حکیمؓ نے یمن کا سفر اختیار کیا اور ان (عکرمہؓ بن ابی جہل) کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ (۷)

حضرت ابوطلحہؓ نے حالتِ کفر میں حضرت ام سلیمؓ کو پیغامِ نکاح دیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم کافر ہو اور میں مسلمان، نکاح کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر تم اسلام قبول کر لو تو وہی میرا مہر ہوگا۔ اس کے سوا تم سے کچھ طلب نہ کروں گی۔ ام سلیمؓ نے ابوطلحہؓ کے ضمیر کو جھنجھوڑتے ہوئے اور ان کو مائل بہ اسلام کرتے ہوئے جو اسلوب اختیار فرمایا وہ ملاحظہ ہو چنانچہ آپؓ نے فرمایا:

یا ابا طلحہؓ! ألست تعلم ان الٰھک الذی	''اے ابوطلحہ! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تمہارا معبود
تعبد نبت من الارض، قال:	زمین سے اگا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، فرمایا:
بلی، قالت: افلا تستحیی ان تعبد شجرۃ؟	پھر تم کو درخت کی پوجا کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟''

بالآخر حضرت ام سلیمؓ کی ترغیب اور تبلیغ کے نتیجہ میں ابوطلحہؓ مسلمان ہو گئے اور اسلام ہی ان کا مہر قرار پایا۔ (۸)

حضرت عدیؓ بن حاتم اپنے قبیلے کے بادشاہ اور مذہباً عیسائی تھے۔ جب اسلامی فوجوں نے ان کے قبیلہ پر حملہ

☆ان کا مشہور نام ''النحام'' ہے اور اس نام سے اس کی وجہ شہرت رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے: لقد سمعت نحمہ فی الجنتہ ''میں نے جنت میں ان کے کنگھارنے کی آواز سنی'' (ابن ھشام ذکر من اسلم من الصحابہ بدعوۃ ابی بکرؓ، ۹۲۵/۱)

کیا تو یہ بھاگ کر شام چلے گئے۔ قیدیوں میں ان کی بہن سفانہؓ بنتِ حاتم بھی قیدی ہوکر آئیں اور رسول اللہ ﷺ کے حسنِ سلوک سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے خاندان میں واپس جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ یہ شام اپنے بھائی عدی بن حاتم کے پاس آ گئیں اور ان کو اسلام کی طرف بلایا چنانچہ ان کی ترغیب سے عدیؓ اپنی بہن کے ہمراہ مدینہ طیبہ حاضر ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرلی۔(۹)

اجتماعی سطح پر دعوت / علانیہ دعوت

مکی دور کے ابتدائی سالوں میں خفیہ دعوت کا سلسلہ جاری رہا۔ جس میں صرف انفرادی سطح پر ہی دعوت ممکن تھی نتیجۃً کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ بالآخر جب تبلیغ عام کا یہ حکم نازل ہوا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (الحجر، ۱۵:۹۴)

''آپ کو جو حکم ملا ہے آپؐ وہ لوگوں کو سنا دیں اور مشرکوں کی بالکل پروا نہ کریں''

تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام نے بھی عوامی اجتماعات، مجالس، بازاروں، میلوں اور دیگر تقریبات میں اجتماعی سطح پر لوگوں کو دعوت پیش کی اور اس راہ میں بے پناہ مشکلات کا بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ سامنا کیا۔ صحابہ کرامؓ میں سے یہ اعزاز بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حاصل ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اجتماعی سطح پر دعوت کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس لحاظ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اسلام میں سب سے پہلے خطیب اور اعلانیہ تبلیغ کرنے والے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''جب رسول اللہ ﷺ کے مرد صحابہ کی تعداد اڑتیس ہوگئی تو صدیقِ اکبرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اصرار کیا کہ اب کھل کر اسلام کی دعوت دی جائے۔ آپ نے فرمایا: اے ابوبکرؓ! ابھی ہم لوگ تھوڑے ہیں، لیکن حضرت ابوبکرؓ اصرار کرتے رہے۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے کھلم کھلا دعوت وتبلیغ کی اجازت دے دی۔ چنانچہ مسلمان مسجد حرام کے مختلف حصوں میں بکھر گئے اور ہر آدمی اپنے قبیلہ میں جا کر بیٹھ گیا اور حضرت ابوبکرؓ لوگوں میں بیان کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے جبکہ رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ اسلام میں سب سے پہلے خطیب ہیں جنھوں نے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوگوں کو اعلانیہ دعوت دی۔ مشرکین مکہ ابوبکرؓ اور دوسرے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور مسجدِ حرام کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کو خوب مارا جبکہ حضرت ابوبکرؓ کو خوب مارا بھی گیا اور پاؤں تلے بھی روندا گیا''۔ (۱۰)

ابن ہشام ابن اسحاق کے حوالے سے روایت کرتے ہیں:

''پہلا شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کے بعد مکہ میں بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کی وہ عبداللہؓ بن مسعود

ہیں۔ایک روز رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ قریش نے قرآن کو اپنے سامنے بلند آواز میں پڑھتے ہوئے کبھی نہیں سنا۔ایسا کون ہے جو انہیں قرآن سنائے؟ عبداللہؓ بن مسعود نے کہا: میں (یہ کام انجام دیتا ہوں) سب نے کہا: ہمیں ان سے تمہارے لئے خوف ہے۔ہم تو ایسا شخص چاہتے ہیں جو خاندان والا ہو کہ اگر ان لوگوں نے اس سے کوئی بدسلوکی کرنا چاہی تو اس کے اہلِ خاندان حفاظت کر سکیں۔ابنِ مسعودؓ نے کہا: مجھے چھوڑ دو اللہ تعالیٰ خود میری حفاظت فرمائے گا۔دوسرے دن حضرت ابنِ مسعودؓ مقامِ ابراہیم کے پاس ایسے وقت آئے جب قریش اپنی مجلسوں میں تھے۔پھر بلند آواز سے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت شروع کی۔قریش نے اسے غور سے سنا اور بولے: ابن ام عبد نے کیا کہا؟ پھر خود ہی کہنے لگے یہ تو وہی پڑھتا ہے جو محمد ﷺ لایا ہے۔وہ سب کے سب ان کی جانب اٹھ کھڑے ہوئے اور ابنِ مسعود کے منہ پر مارنے لگے۔وہ برابر پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ اس سورۃ کے اس حصے تک پہنچ گئے، جس تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔پھر اپنے ساتھیوں کی جانب لوٹ آئے کہ ان کے چہرے پر قریش نے نشانات ڈال دیئے تھے۔ابنِ مسعودؓ سے دوسرے صحابہؓ نے کہا: اسی چیز کا ہمیں ڈر تھا، انہوں نے جواب دیا: آج دشمنانِ خدا میری نظر میں جتنے ذلیل ہیں، اتنے ذلیل کبھی نہ تھے۔اگر تم چاہو تو اسی طرح ان کے پاس کل سویرے بھی پہنچوں۔انہوں نے کہا: نہیں تمہارے لئے یہی کافی ہے۔تم نے انہیں وہ باتیں سنا دیں، جنہیں وہ ناپسند کرتے تھے''۔(۱۱)

حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کے قبولِ اسلام کی طویل روایت بیان کی ہے۔جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں واپس اپنی قوم میں جانے اور تبلیغِ دین کا حکم دیا۔لیکن حضرت ابوذرؓ نے بڑے جوش اور جذبۂ جان نثاری کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں عرض کیا:

والذی نفسی بیدہ لاصرخن بھا بین ظھر انیھم.	''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں اس کلمۂ توحید کا اعلان کافروں میں پورے زور سے کروں گا''۔

چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ بیت اللہ میں آئے اور لوگوں کو اللہ و رسول کی طرف دعوت دی۔مشرکین کھڑے ہوئے اور ان کو اتنا مارا کہ ان کو لٹا دیا اتنے میں حضرت عباسؓ آ گئے اور وہ ان کو بچانے کیلئے ان پر لیٹ گئے اور ان کو کافروں سے چھڑایا۔اگلے دن حضرت ابوذر غفاریؓ نے پھر ان کو ویسے ہی سرعام اور اعلانیہ دعوتِ اسلام دی۔اس روز بھی کافروں نے ان کو خوب مارا چنانچہ حضرت عباسؓ کی مداخلت ہی سے ان کی جان بچی۔(۱۲)

ایک دفعہ حضرت عثمانؓ بن مظعون قریش کی ایک ایسی مجلس میں تشریف لے گئے جس میں لبیدؓ بن ربیعہ☆ شعر

☆لبیدؓ بن ربیعہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔قبول اسلام کے بعد انہوں نے شعر کہنا ترک کر دیا۔ایک روز حضرت عمر فاروقؓ

کہہ رہا تھا جب اس نے یہ شعر پڑھا:

الا کل شیء ماخلا اللہ باطل ''خبردار! اللہ کے سوا سب چیزیں باطل ہیں''

تو آپؓ نے اس کو خوب داد دی اور فرمایا: تم نے سچ کہا ہے۔ لیکن جب اس نے دوسرا مصرع پڑھا

وکل نعیم لامحالۃ زائل ''اور ہر نعمت کو بالآخر زوال ہے''

تو حضرت عثمانؓ بن مظعون نے اس کی بھرپور تردید کی اور فرمایا: تم جھوٹے ہو اس لئے کہ جنت کی نعمتوں کو کبھی زوال نہیں ہے اور وہ ہمیشہ رہیں گی۔

مشرکین نے گھور کر حضرت عثمانؓ بن مظعون کی طرف دیکھا اور لبید سے کہا تم یہ شعر پھر پڑھو۔ لبید نے پھر پڑھا۔ آپ نے پھر اسی طرح پہلے مصرع کی تصدیق اور دوسرے کی تکذیب کی۔ اہلِ مجلس میں سے ایک احمق شخص اٹھا اور ان پر حملہ کر دیا، ان کو مارا یہاں تک کہ ان کی ایک آنکھ نیلی ہو گئی۔ لیکن وہ اپنا فریضہ تبلیغ پورا کر چکے تھے۔ (۱۳)

مکی دور میں تو صحابیات کے حوالے سے کوئی ایسی روایت معلوم نہیں ہو سکی جس سے معلوم ہو کہ انہوں نے اجتماعی سطح پر دعوت کا کام کیا ہو، تاہم مدنی دور میں صحابیات نے بھی اجتماعی سطح پر دعوتِ دین کی خدمات انجام دیں۔ اس کی ایک مثال صحیح بخاری کی اس روایت میں ملتی ہے کہ ایک غزوہ میں صحابہ کرامؓ پانی کی تلاش میں نکلے تو حسنِ اتفاق سے ایک عورت سے ملاقات ہو گئی جو ایک اونٹ پر سوار تھی اور اس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ صحابہؓ نے اس سے پانی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ پانی یہاں سے ایک دن کی مسافت پر ہے چنانچہ صحابہ کرامؓ اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے پانی استعمال کیا معجزانہ طور پر پانی میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ اس عورت نے جب رسول اللہ ﷺ کے اس معجزہ کو دیکھا تو اس کو اسی وقت آپ ﷺ کی حقانیت کا یقین ہو گیا۔ واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے اس کو پانی کی قیمت دلوا دی جس سے وہ عورت آپ ﷺ کے حسنِ اخلاق سے بہت متاثر ہوئی چنانچہ جب یہ عورت واپس اپنے قبیلے میں گئی تو اس نے نہ صرف اپنے اسلام کا اعلان کیا بلکہ تمام قبیلہ والوں کو بھی اسلام کی دعوت دی چنانچہ تمام لوگوں نے اس کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا۔ (۱۴)

ہجرتِ حبشہ☆ اور دعوتِ دین کا فروغ

نے لبیدؓ بن ربیعہ سے کہا: مجھے اپنے اشعار سناؤ تو انہوں نے کہا کہ میں کوئی شعر نہ کہوں گا اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کی تعلیم کر دی ہے۔ حضرت لبیدؓ بن ربیعہ نے ایک سو چالیس سال کی عمر میں امیر معاویہؓ کے دور حکومت میں انتقال فرمایا۔ (اسد الغابہ، تذکرہ لبیدؓ بن ربیعہ، ۲۶۲/۴)

☆ حبش عرب کے جنوب میں واقع ہے حبش عربی نام ہے۔ یونانی میں اسے ایتھوپیا (Ethiopia) کہتے ہیں۔ دنیا کے موجودہ

جب رسول اللہ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ خود آپ اللہ تعالیٰ سے خالص تعلق اور اپنے چچا ابو طالب کی بدولت آفتوں سے محفوظ ہیں جبکہ آپ کے اصحاب مصائب و آلام کا نشانہ بن رہے ہیں نیز آپ کفار مکہ سے اپنے اصحاب کی حفاظت کرنے سے بھی قاصر ہیں تو ایک دن آپ ﷺ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

لو خرجتم الی ارض الحبشة فان بها ملكا لايظلم عنده احد، وهی ارض صدق ،حتی يجعل الله لكم فرجا مما انتم فيه (۱۵)

''اگر تم لوگ سرزمینِ حبشہ ہجرت کر جاؤ (تو تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ) وہاں کے بادشاہ کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا اور وہ سچائی والی سرزمین ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان آفتوں سے، جن میں تم مبتلاء ہو، کوئی کشائش پیدا فرمادے''۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے اہل ایمان نے ماہ رجب 5 نبوی میں حبشہ کی طرف ہجرت کی۔(۱۶) اول اول گیارہ مردوں اور چار عورتوں نے شرفِ ہجرت حاصل کیا۔حضرت عثمانؓ بن عفان، زبیر بن العوامؓ، مصعبؓ بن عمیر، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، ابو سلمہؓ بن عبدالاسد، عثمانؓ بن مظعون، عامرؓ بن ربیعہ، ابوسبرہؓ بن ابی رہم یا ابو حاطبؓ بن عمرو، سہیلؓ بن بیضاء، عبداللہؓ بن مسعود، ابو حذیفہؓ بن عتبہ، اور چار خواتین یہ ہیں۔رقیہ بنتِ رسول اللہ ﷺ زوجہ عثمان غنیؓ، سہلہؓ بنتِ سہیل زوجہ ابو حذیفہؓ، سلمہؓ بنتِ ابی امیہ زوجہ ابو سلمہؓ اور لیلیٰؓ بنتِ حشمہ زوجہ عامرؓ بن ربیعہ۔(۱۷)

یہ حضرات حبشہ میں بڑی پرسکون زندگی بسر کر رہے تھے کہ انہیں اطلاع ملی کہ قریش نے اسلام قبول کر لیا ہے چنانچہ یہ لوگ مکہ واپس آ گئے۔یہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ قریش تو پہلے سے بھی زیادہ مسلمانوں کے دشمن بن چکے ہیں۔اس لئے کچھ لوگ حبشہ واپس چلے گئے اور کچھ مکہ ہی میں ٹھہر گئے۔اب یہ حضرات پہلے سے بھی زیادہ قریش کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی۔اس بار تراسی مردوں اور اٹھارہ عورتوں نے ہجرت کی۔(۱۸)

نقشے میں یہ اے۔بی سینا کے نام سے موسوم ہے۔حبشی زبان میں بادشاہ کو نجوس (negus) کہتے ہیں۔نجاشی اسی لفظ نجوس سے معرب ہے۔(سیرۃ النبی ﷺ، ۱۵۵/۱) بعثت نبوی ﷺ کے زمانے میں حبشہ کے تخت پر اصحمہ نامی بادشاہ متمکن تھا۔نجاشی نے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔جب نجاشی کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ نے نجاشی کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب موت النجاشی، ح: ۳۸۷۷، ص: ۶۵۱) نجاشی کا خاندان چوتھی صدی عیسوی سے حبش پر حکمران تھا۔یہ خاندان پہلے بت پرست تھا رومی شہنشاہیت نے مصر کے ذریعہ یہاں عیسائیت کی بنیاد رکھی۔اسکندریہ کے ایک بشپ نے یہاں اپنے مشن کا ایک مرکز قائم کیا اور پھر رفتہ رفتہ پورے ملک میں عیسائیت پھیل گئی۔(ڈبلیو، پی، ہیرس، پادری، ''تواریخ مسیحی کلیسا'' کرسچین نالج سوسائٹی، لاہور، ص: ۲۶۸، ۱۹۲۵ء)

مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والوں کے علاوہ پچاس مہاجرین کا ایک جتھہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی معیت میں یمن سے حبشہ پہنچا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے:

''ہم یمن میں تھے ہمیں اطلاع ملی کہ نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے ہیں۔ ہم وہاں سے کشتیوں میں سوار ہوکر روانہ ہوئے تاکہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں شرفِ باریابی حاصل کریں۔ لیکن راستہ میں ہمیں سمندری طوفان نے آ لیا اور ہماری کشتیاں حبشہ کے ساحل پر جا لگیں۔ وہاں ہماری ملاقات جعفرؓ بن ابی طالب سے ہوئی چنانچہ ہم نے وہیں اقامت اختیار کر لی اور کئی سال وہاں قیام کیا۔ ہم اس وقت حضرت جعفرؓ کی معیت میں مدینہ واپس آئے جب کہ خیبر میں سارے قلعے فتح ہو چکے تھے اور ان پر اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لکم انتم یا اھل السفینۃ ھجرتان (۱۹)	''اے کشتی والو! تمہیں دو ہجرتوں کا ثواب ملے گا''۔

یعنی پہلی ہجرت اپنے وطن سے حبشہ کی طرف اور دوسری ہجرت حبشہ سے مدینہ کی طرف۔

ابنِ قیم کا بیان ہے کہ جب مہاجرین حبشہ کو رسول اللہ ﷺ کی ہجرتِ مدینہ کی اطلاع ملی تو ان میں سے تینتیس آدمی واپس آ گئے۔ جن میں سے سات کو راستہ ہی میں کفارِ مکہ نے گرفتار کر لیا اور باقی بخیریت مدینہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اس کے بعد باقی مہاجرین فتح خیبر کے سال ۷ھ میں واپس آئے۔ (۲۰) ابنِ ہشام نے بڑی تفصیل سے مہاجرین حبشہ کا ذکر کیا ہے اور قبائل کے اعتبار سے مہاجرین حبشہ کی تفصیل بیان کی ہے۔ نجاشی کی بدولت مسلمان حبشہ میں امن وامان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ قریش کو بھلا کب گوارا تھا کہ مسلمان سکھ اور چین کی زندگی بسر کرنے لگیں، چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ نجاشی کے پاس سفارت بھیجی جائے کہ ہمارے مجرموں کو اپنے ملک سے نکال دو اور ان کو ہمارے حوالے کر دو۔ چنانچہ کفارِ مکہ نے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو اس مقصد کیلئے منتخب کیا۔ جنہوں نے نجاشی سے قبل اس کے درباریوں سے ملاقات کی اور ان کو قیمتی تحائف دے کر اپنی حمایت پر آمادہ کیا اور ان سے کہا کہ وہ کل دربار میں ہماری تائید کریں۔ دوسرے دن سفرائے قریش نجاشی کے دربار میں گئے اور اس سے درخواست کی کہ ہمارے مجرم ہمارے حوالے کئے جائیں، درباریوں نے بھی بھرپور تائید کی۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا اور کہا کہ تم لوگوں نے کون سا دین ایجاد کر لیا ہے جو نصرانیت اور بت پرستی دونوں کے مخالف ہے۔ معاملہ چونکہ بڑا نازک اور تشویش ناک تھا اسلئے تمام صحابہؓ نے باہم مشورہ کیا کہ نجاشی سے کس انداز سے بات کی جائے۔ بالآخر تمام صحابہؓ نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا:

والـلـه مـاعلمنا،وما امرنا به نبينا كائنًا فى ذالک ماهو كائن (۲۱)

''اللہ کی قسم! ہم وہی کہیں گے جو ہمارے نبی نے ہمیں تعلیم دی ہے اور جن باتوں کا آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے۔اس معاملہ میں جو ہوتا ہے ہو جائے''۔

چنانچہ مسلمانوں نے اپنی طرف سے گفتگو کیلئے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کا انتخاب کیا۔جنھوں نے نجاشی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

ايهـا الملک! كنا قوما اهل جاهلية، نعبد الاصنام، ونأكل الميتة، ونأتى الفواحش، ونـقـطع الارحام، ونسئى الجوار، ويأكل القـوى مـنـا الـضعيف، فكنا على ذالک حتى بعث الله الينا رسولا منا نعرف نسبه وصـدقـه وامـانتـه وعفافه، فدعانا الى الله لنـوّحـده ونعبده ونخلع ما كنا نعبد نحن وآبـاؤنـا مـن دونـه مـن الحجـارة والاوثـان و أمـرنـا بصدق الحديث وأداء الامـانة، وصـلة الـرحـم، وحسن الجوار، والـكف عـن المحارم والدماء، ونهانا عن الـفـواحـش، وقـول الـزور، وأكل مـال اليتيـم، وقـذف الـمـحـصنات، وأمرنا ان نـعبدالله وحده لانشرک به شيئا، وأمرنا بـالـصـلوٰة والـزكوٰة والصيام، فصدّقناه وآمنّا به"(۲۲)

''اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے اور مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہمسائیوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، قوی لوگ کمزور کو کھا جاتے تھے، اسی اثنا میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کی شرافت اور صدق و دیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے۔اس نے ہم کو اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھلایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خون ریزی سے باز آجائیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسائیوں کو آرام دیں، عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں، زکوٰۃ دیں، پس ہم نے اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لے آئے''۔

اس جرم پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہوگئی اور ہم کو مجبور کرتی ہے کہ اسی گمراہی میں پھر واپس آجائیں۔نجاشی نے کہا! جو کلام الٰہی تمہارے رسول پر اترا ہے، کہیں سے پڑھو۔حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی چند آیات تلاوت کیں، نجاشی پر رقت طاری ہوگئی یہاں تک کہ اس کی داڑھی تربتر ہوگئی۔جب نجاشی کے پاس موجود علماء نے یہ کلام سنا تو وہ بھی اتنا روئے کہ ان کے صحیفے بھیگ گئے۔پھر کہا اللہ کی قسم! یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں، یہ کہہ کر سفراء قریش سے کہا: تم واپس جاؤ۔میں ان مظلوموں کو ہرگز واپس نہ دوں گا۔

دوسرے دن عمرو بن العاص نے پھر دربار میں رسائی حاصل کی اور نجاشی سے کہا: جنابِ والا! آپ کو یہ بھی معلوم ہے یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہیں؟ نجاشی نے ایک بار پھر مسلمانوں کو بلا بھیجا کہ اس سوال کا جواب دیں۔ مسلمانوں کو اب حقیقی فکر دامن گیر ہوئی کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے سے انکار کرتے ہیں تو نجاشی عیسائی ہے، وہ ناراض ہوگا۔ تاہم صحابہ کرامؓ نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا:

نقول واللّٰہ ماقال اللّٰہ، وماجاء نا بہ نبینا' (۲۳)	''قسم خدا کی! ہم وہی کہیں گے جو اللہ کا حکم اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ہے''۔

جب یہ لوگ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے تو نجاشی نے کہا: تم لوگ حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو؟ حضرت جعفرؓ نے فرمایا: ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں بتایا ہے:

ھو عبداللّٰہ ورسولہ وروحہ وکلمتہ القاھا الی مریم العذراء البتول	''عیسیٰؑ اللہ کے بندے، رسول، اس کی روح اور کلمہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے کنواری اور پاکباز مریم کی طرف ڈال دیا''۔

نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا: واللہ جو تم نے کہا عیسیٰؑ اس ایک تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہے۔ دربار میں موجود عیسائی علماء نجاشی کے طرزِ عمل سے سخت برہم ہوئے ☆ تاہم نجاشی نے ان کے غصہ کی قطعاً پرواہ نہ کی۔ قریش کے سفیر بالکل ناکام واپس آئے۔ (۲۴)

حبشہ میں صحابہ کرامؓ نے دعوتِ دین کے لئے جو اسلوب اختیار کیا اس کی ایک ہلکی سی جھلک حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی اس معرکۃ الآراء تقریر میں دیکھی جاسکتی ہے۔ حضرت جعفرؓ نے اپنے مخاطب نجاشی اور دیگر امراء کے مقام ومرتبہ کا پوری طرح لحاظ رکھتے ہوئے اتنے مدلل، خوبصورت اور دلنشیں پیرائے میں اپنی دعوت کو پیش کیا کہ نہ صرف قریشی سفیر اپنے مشن میں مکمل طور پر ناکام ہوئے بلکہ سرزمینِ حبشہ میں مسلمانوں کے لئے حالات مزید سازگار ہوگئے۔ حضرت جعفرؓ کی حق وصداقت پر مبنی گفتگو سے نجاشی اور اس کے درباری اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کی آنکھوں

☆ حضرت عیسیٰ کے متعلق نجاشی نے اسلامی نقطۂ نظر کو جو پذیرائی بخشی ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے:

''نجاشی فرقۂ طبیعت واحد کا (یعنی مانوفرائٹ) عیسائی تھا۔ اور ان دنوں اس فرقے اور یونان کے عیسائیوں میں بڑے سخت اختلافات تھے، آخرالذکر اس بات کے قائل تھے کہ حضرت عیسیٰؑ میں بوقت واحد دو طبیعتیں تھیں، انسانی اور خدائی بھی۔ ابرہہ جو (یمن میں) نجاشی کا نائب تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کو ابن اللہ نہیں مانتا تھا بلکہ صرف مسیح اللہ۔ غالباً نجاشی کے بھی یہی عقائد ہوں گے۔ اور یہ مسلمانوں کے عقائد کے بہت مماثل ہیں''۔ (محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، ''رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی'' دارالاشاعت کراچی، ۱۹۸۷ء، ص ۱۲۷)

سے آنسو جاری ہو گئے۔

حضرت جعفرؓ کی اس تقریر سے اس وقت تک کے نصابِ دعوت کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یقیناً حبشہ میں مسلمان توحید و رسالت کے علاوہ ان ہی اخلاقی تعلیمات کی تبلیغ کرتے ہوں گے۔ جن کا ذکر حضرت جعفرؓ نے اپنی تقریر میں فرمایا۔ حبشہ میں مسلمانوں کے اسلوبِ دعوت کا یہ پہلو بھی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے کہ مشکل ترین لمحات میں انہوں نے بنیادی عقائد پر کوئی سمجھوتہ نہ کیا اور اس معاملہ میں بڑا واضح اور دوٹوک مؤقف اختیار کیا۔ مسلمانوں کے اسی اسلوبِ دعوت کی بنا پر نہ صرف نجاشی بلکہ کئی دیگر لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ مہاجرینِ حبشہ کی بدولت دعوتِ اسلام حبشہ میں اس قدر عام ہوئی کہ اس سے نہ صرف بادشاہ بلکہ اس کے درباری بھی متاثر ہوئے۔ ملکِ حبشہ کے عیسائیوں نے بھی اسلام کی تعلیمات سے آگاہی کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس بات کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ وہاں سے بیس عیسائیوں کا ایک وفد مکہ آ کر رسول اللہ ﷺ سے ملا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن کی آیات تلاوت کیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ ایمان لے آئے۔ (۲۵)

حبشہ میں مسلمانوں کی دیگر دعوتی سرگرمیاں کس نوعیت کی تھیں؟ یہ معلوم کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے تاہم یہ طے شدہ بات ہے کہ صحابہ کرامؓ نے حبشہ کی پرامن فضا اور سازگار ماحول سے ضرور استفادہ کیا ہوگا۔ ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں:

> ''اب چونکہ تبلیغ کی آزادی تھی، اس لئے یہ مسلمان (مکے کے نومسلم مہاجر) حبشہ میں تبلیغ کرنے لگے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چند سالوں میں وہاں کافی تعداد میں یعنی کم از کم چالیس پچاس حبشی مسلمان ہو گئے''۔ (۲۶)

نجاشی کا قبولِ اسلام اس حقیقت کی سب سے بڑی گواہی ہے کہ حبشہ میں مسلمانوں نے دعوتِ حق کو بڑے مؤثر انداز میں پیش کیا ہوگا۔ جب نجاشی کے انتقال کی خبر مدینہ پہنچی تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی۔ (۲۷)

جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو مہاجرین حبشہ میں سے کچھ لوگ فوراً واپس چلے آئے جبکہ جو لوگ وہاں رہ گئے تھے ان کو واپس لانے کیلئے رسول اللہ ﷺ نے عمروؓ بن امیہ الضمری کو ایک خط دے کر نجاشی کے پاس بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ کے خط کے جواب میں نجاشی نے لکھا:

''امـا بعد! فقد ارسلت الیک یا رسول اللّٰہ ﷺ من کان عندی من اصحابک المهاجرین من مکة الی بلادی، وها انا ارسلت الیک ابنی اریحا

''اے اللہ کے رسول! مہاجرین مکہ میں سے جو لوگ میرے پاس آئے تھے انہیں میں آپ کی طرف بھیج رہا ہوں اور میں آپ کی طرف اہلِ حبشہ میں سے بھی ساٹھ افراد کو اپنے بیٹے اریحا سمیت بھیج رہا ہوں''۔

فی ستین رجلاً من اھل الحبشة‘(۲۸)

حبشہ میں مسلمانوں کی دعوتی سرگرمیوں کے حوالے سے یہاں پر ایک روایت کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جس سے واضح طور پر یہ اشارات ملتے ہیں کہ صرف مہاجرین حبشہ ہی نہیں بلکہ دیگر حبشی مسلمان بھی قبول اسلام کے بعد دعوت کا کام کسی نہ کسی سطح پر کرتے رہے ہیں۔ابن ہشام کی روایت کے مطابق جب رسول اللہ ﷺ نے عمروؓ بن امیہ الضمری کو مہاجرین حبشہ کو لانے کے لئے نجاشی کے پاس بھیجا تو اتفاق سے عمروؓ بن العاص، جو حبشہ آئے ہوئے تھے، نے عمرو بن امیہ کو نجاشی کے دربار سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا تو عمرو بن العاص فوراً نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: جو شخص ابھی ابھی آپ کے دربار سے نکل کر گیا ہے یہ ہمارے دشمن کا قاصد ہے آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اسے قتل کردوں۔نجاشی یہ سن کر انتہائی غضبناک ہوا اور کہا:

”أتسألني ان أعطيک رسول رجل يأتيه الناموس الاکبر الذی کان ياتی موسیٰ لتقتله ! قال : قلت ! ايها الملک ، أکذاک هو ؟ قال : ويحک ياعمرو ! اطعني واتبعه ، فانه واللّٰه لعلی الحق ، وليظهرن علی من خالفه ،کما ظهر موسیٰ علی فرعون وجنوده، قال ، قلت : افتبا يعني له علی الاسلام؟ قال: نعم، فبسط يده، فبايعته علی الاسلام. (۲۹)

”کیا تم مجھ سے قتل کرنے کیلئے ایسے انسان کے قاصد کو حوالے کرنے کی درخواست کرتے ہو جس کے پاس وہی ناموس اکبر آتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آتا تھا؟ اس پر عمرو بن العاص نے عرض کیا:اے بادشاہ! کیا یہ معاملہ ہے؟ نجاشی نے کہا :اے عمرو تیرا برا ہو! میری مان اور جا کر ان کی اتباع کرلو۔خدا کی قسم! وہ بالکل حق پر ہیں، جس طرح موسیٰ ،فرعون اور اس کی افواج پر غالب آئے تھے ٹھیک اسی طرح یہ بھی ان تمام لوگوں پر غالب آئیں گے جو انکے مخالف ہیں۔(اب حق عمرو بن عاص پر واضح ہو چکا تھا) کہنے لگے! کیا آپ ان کی جانب سے اسلام پر میری بیعت لیں گے؟ چنانچہ نجاشی نے ہاتھ آگے بڑھایا تو انہوں نے اس کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرلی۔

چنانچہ حضرت عمرو بن العاص نے نجاشی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور واپس مکہ پلٹ گئے۔کچھ عرصہ تک اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا، تاہم فتح مکہ سے قبل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان فرمایا۔(۳۰)

اس روایت سے یہ بات بہرحال واضح ہوجاتی ہے کہ حبشہ میں فروغِ اسلام میں مہاجرین کی کوشش کے علاوہ نجاشی اور دیگر حبشی مسلمانوں کے اثر ورسوخ نے بھی نمایاں کردار ادا کیا ہوگا۔اس لئے یہ کہنا بجا طور پر درست ہے

کہ حبشہ میں مسلمانوں کی کل تعداد صرف وہی نہ تھی جو حضرت جعفرؓ کی معیت میں مدینہ حاضر ہوئے بلکہ یہ تعداد یقیناً اس سے کہیں زیادہ ہوگی اور کتنے ہی نومسلم وہ ہوں گے جو اپنی مجبوریوں کے باعث مدینہ حاضری سے قاصر رہے۔

چنانچہ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب ۷ھ فتح خیبر کے موقع پر باقی ماندہ مسلمانوں کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو اس وفد میں وہ حبشی مسلمان بھی شامل تھے جو مہاجرین حبشہ کی دعوت سے متاثر ہوکر اسلام قبول کر چکے تھے اور اب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوئے تھے۔ ان حبشی مسلمانوں میں سے بعض کے نام کتب رجال اور سیر کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

حبشی مسلمانوں میں نجاشی کے بیٹے اریحا کے علاوہ اس کے دو بھتیجوں ذودجن اور ذومخبر کے نام بھی ملتے ہیں۔(۳۱) ابنِ اثیر نے حضرت ابرہہؓ کے تذکرہ میں بھی آٹھ حبشی مسلمانوں کے نام گنوائے ہیں جو یہ ہیں بحیراؓ، ابرہہؓ، اشرفؓ، ادریسؓ، ایمنؓ، نافعؓ اور تمیمؓ (۳۲) اس کے علاوہ حضرت تمامؓ، درید الراہبؓ، ذومہدمؓ، ذومناحبؓ اور عامر الشامیؓ کے نام بھی ملتے ہیں۔(۳۳)

قبائل عرب کے لئے مبلغین کا تقرر

ابتداء میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی تبلیغی ودعوتی سرگرمیوں کا مرکز زیادہ تر مکہ اور اس کی نواحی بستیاں ہی تھیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ (الشوریٰ ۴۲:۷)

''اور اس طرح ہم نے وحی کے ذریعے عربی زبان میں قرآن اتارا تاکہ آپ اہل مکہ اور اس کے قرب وجوار میں رہنے والوں کو ڈرائیں اور انہیں قیامت کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں ہے''۔

لیکن جب قریش مکہ کی طرف سے اسلام کی مخالفت میں مسلسل تیزی اور شدت آنے لگی تو آپ نے دیگر قبائل عرب کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنانے کا فیصلہ کیا۔ دیگر قبائل میں دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کی بھرپور معاونت کی چنانچہ رسول اللہ ﷺ جس قبیلہ میں بھی دعوت وتبلیغ کے لئے تشریف لے گئے، صحابہ کرامؓ آپ کے ہمراہ رہے۔ بالخصوص حضرت صدیق اکبرؓ، زیدؓ بن حارثہ اور علی المرتضیٰؓ آپ کے دوش بدوش نظر آتے ہیں۔

عبداللہؓ بن مسعود قبولِ اسلام سے قبل اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ میرے پاس سے گزرے اور مجھ سے دودھ طلب کیا۔ میں نے عرض کیا: مجھے امانت دار بنایا گیا ہے (یعنی مجھے دینے کا اختیار نہیں) تو آپ

نے فرمایا: تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے جو ابھی تک حاملہ نہ ہوئی ہو؟ میں نے ایک ایسی ہی بکری آپ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو دودھ اتر آیا، آپ نے خود دودھ دوہا، خود پیا اور ابوبکرؓ کو بھی پلایا، پھر دوبارہ ہاتھ پھیرا تو دودھ خشک ہوگیا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول مجھے بھی یہ چیز سکھا دیں۔ آپ نے میرے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

یرحمک اللہ فانک علیم معلم ''اللہ تمہیں اپنی برکتوں سے نوازے۔ تم تعلیم یافتہ نوجوان ہو''۔ (۳۴)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے باہر کسی دور دراز مقام سے واپس لوٹ رہے تھے، جہاں آپ ﷺ یقیناً دعوت و تبلیغ کے سلسلہ ہی میں تشریف لے گئے ہوں گے، اور ابوبکرؓ اس دعوتی مشن میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ سفر کی طوالت کے باعث ہی آپ ﷺ نے پیاس کی شدت کے ہاتھوں مجبور ہو کر عبداللہؓ بن مسعود سے دودھ طلب فرمایا ہوگا۔

بعض روایات میں مزید وضاحت ملتی ہے کہ اس نوعیت کی مہمات میں نہ صرف صدیق اکبرؓ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہوتے تھے بلکہ لوگوں سے آپ کا تعارف بھی کرواتے تھے۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے:

''اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ ﷺ کو قبائل عرب کو دعوت دینے کا حکم دیا تو رسول اللہ ﷺ دعوت و تبلیغ کے لیے نکل پڑے اور ابوبکر صدیقؓ آپ کے ہمراہ تھے۔ مختلف قبائل کی قیام گاہوں سے ہوتے ہوئے ہم ایک مجلس میں پہنچے جس پر سکون اور وقار کے آثار نمایاں تھے۔ ابوبکر صدیقؓ آگے بڑھے اور انہیں سلام کیا اور ابوبکرؓ نیکی کے ہر کام میں سبقت کرنے والے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ نے ان سے پوچھا: آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہم بنی شیبان بن ثعلبہ میں سے ہیں۔ تو آپؓ نے فرمایا: غالباً آپ لوگ سن چکے ہوں گے کہ یہاں اللہ کے رسول مبعوث ہوئے ہیں۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: وہ یہی ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔'' (۳۵)

عبداللہ بن والصبہ العبسی اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: ہم جمرۃ الاولیٰ کے سامنے منیٰ میں خیمہ زن تھے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور زیدؓ بن حارثہ آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دعوتِ اسلام دی۔ (۳۶)

اسی طرح جس وقت رسول اللہ ﷺ اہل طائف کو دعوتِ اسلام دینے کے لئے تشریف لے گئے تو اس وقت بھی حضرت زید بن حارثہؓ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ (۳۷)

ان چند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جہاں کہیں بھی دعوتی وتبلیغی مشن پر جاتے تو صدیق اکبرؓ اورزیدؓ بن حارثہ کےعلاوہ حضرت علیؓ باوجوداپنی طفولیت کےآپ کے ہمراہ ہوتے تھے۔

مکی دور میں بعض قبائل کی طرف رسول اللہ ﷺ نے دعوت وتبلیغ کیلئے صحابہ کرامؓ کوروانہ فرمایا۔رسول اللہ ﷺ کی پوری دعوتی زندگی کا یہ اصول رہا ہے کہ جو شخص بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا، آپ اسے اس کے قبیلے، خاندان اور افرادِخانہ کے لئے مبلغ مقرر فرما دیتے تھے۔خصوصاً مکی دور میں اسلام کی جس قدر اشاعت ہوئی اس میں انفرادی دعوت کا کردار بڑااہم رہا ہے۔

ذیل کی سطور میں ان صحابہ کرامؓ کی دعوتی سرگرمیوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے قبل اپنے اپنے قبائل میں دعوت وتبلیغ کے لئے روانہ فرمایا۔

ابوموسیٰ اشعریؓ کا قبولِ اسلام اور دعوتِ اسلام

ابن الاثیر کا بیان ہے کہ ابوموسیٰ الاشعریؓ قدیم الاسلام صحابی تھے جنہوں نے مکہ حاضر ہوکر اسلام قبول کیا۔(۳۸)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی قوم کے کثیر لوگوں نے ان کے زیرِ اثر اسلام قبول کیا۔چنانچہ ابوموسیٰ اشعریؓ کا اپنا بیان ہے کہ جب ہمیں یمن میں اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے ہیں تو میں اپنی قوم کے پچاس آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوا تا کہ ہم بارگاہِ رسالت میں شرفِ باریابی حاصل کریں لیکن سمندری طوفان ہمیں حبشہ لے گیا جہاں سے ہم حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے ہمراہ واپس آئے اوراس وقت خیبر کے سارے قلعے فتح ہو چکے تھے۔(۳۹)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر قبولِ اسلام کے بعد حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ واپس اپنے قبیلے میں جا کر مسلسل دعوت وتبلیغ میں مصروف رہے ہوں گے اور آپؓ کی کوششوں سے اسلام قبول کرنے والوں کی کثرت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف پچاس افراد تو وہ تھے جو مدینہ کے ارادہ سے آپؓ کے ساتھ آئے۔

ضمادؓ ازدی کا قبولِ اسلام اور دعوتِ اسلام

ازدشنوءۃ،عرب کے نامور قبیلوں میں سے ایک مشہور قبیلہ تھا اس کے ایک رئیس ضمادؓ ازدی مکہ مکرمہ آئے وہ ان مریضوں کو دم کرتے تھے جنہیں آسیب یا جنات کی تکلیف ہوتی تھی۔اسے یہاں کے چند احمقوں نے رسول اللہ

ﷺ کے بارے میں بتایا کہ انہیں آسیب کی شکایت ہے، وہ بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں، انہیں غشی کے دورے پڑتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک نئے مذہب کا پروپیگنڈا بھی بڑے زور وشور سے کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے سارے شہر میں فتنہ وفساد کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں۔ ایسے بیماروں کے لئے تیرا دم بڑا اکسیر ہے۔ اگر تم ان کو دم کر دو تو تیرے دم سے وہ صحت یاب ہو جائیں گے، اس طرح تمام قوم تیری شکر گزار ہوگی۔ انہوں نے دل میں طے کیا کہ اگر میری اس شخص سے ملاقات ہوئی تو میں ضرور اسے دم کروں گا، شائد اللہ تعالیٰ اسے میرے ذریعہ شفایاب کر دے۔ چنانچہ اس نے ایک روز رسول اللہ ﷺ کو حرم کے صحن میں بیٹھے دیکھا۔ وہ حضور ﷺ کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے میرے پاس آسیب کا بڑا مجرب دم ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے میرے دم سے صحت بخش دیتا ہے۔ کیا آپ کی مرضی ہے کہ میں آپ کو دم کروں؟ اس کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ یوں گویا ہوئے:

"ان الحمد للّٰہ، نحمدہ و نستعینہ من یھدی اللّٰہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ
واشھد ان لاالہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ"

ضماد ؓ یہ کلمات سن کر بے خود ہو گئے اور عرض کی ایک بار پھر دہرایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے تین بار ان کلمات کو دہرایا۔ انہیں سننے کے بعد ضماد ؓ کہنے لگے:

لقد سمعت قول الکھنۃ، وقول السحرۃ، وقول الشعراء، فما سمعت مثل کلماتک ھٰؤلآء، ھات یدک ابا یعک علی الاسلام

''میں نے کاہنوں اور جادوگروں کے اقوال سنے ہیں، شعراء کے اشعار سنے ہیں لیکن میں نے آپ کے ان کلمات کی مثل کوئی کلام نہیں سنا۔ ہاتھ آگے بڑھایئے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کروں''۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ اقدس بڑھایا ان سے بیعت لی اور پھر فرمایا: یہ بیعت صرف تمہاری طرف سے نہیں بلکہ تمہاری قوم کی طرف سے بھی ہے۔ انہوں نے کہا بیشک یہ بیعت میری قوم کی طرف سے بھی قبول فرمائیں۔ (۴۰)

بعد کے دور میں رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا جس کا گزر قومِ ضماد ؓ پر ہوا۔ امیر لشکر نے پوچھا: کیا تم میں کسی نے اس قوم سے کچھ لیا ہے؟ ایک آدمی نے کہا! ہاں، میں نے ایک لوٹا لیا ہے۔ امیرِ لشکر نے کہا واپس کر دو، یہ حضرت ضماد ؓ کی قوم ہے۔ (۴۱)

اس روایت سے بالجملہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ضماد ؓ کی قوم ان کے زیرِ اثر اسلام قبول کر چکی تھی اور یہ چیز صحابہ کرام ؓ کے علم میں تھی۔ اس لئے امیرِ لشکر نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ چونکہ یہ حضرت ضماد ؓ کی قوم ہے جو مسلمان

ہو چکی ہے اور مسلمان کا مال لوٹنا جائز نہیں اس لئے ان کا مال واپس کر دیا جائے۔

طفیلؓ بن عمرو کی دعوتِ اسلام

حضرت طفیلؓ بن عمرو الدوسی ہجرت سے قبل بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو دل پہلے ہی نورِ ایمان سے لبریز ہو چکا تھا۔ قبولِ اسلام کے بعد خود ہی عرض کیا کہ یارسول اللہ، میری قوم میں میری چلتی ہے میں ان کے پاس جا کر ان کو اسلام کی دعوت دوں گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی قوم کی طرف مبلغ بنا کر روانہ فرمایا۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت طفیلؓ بن عمرو نے بھی اپنی قوم کے ایک مہاجر کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ (۴۲)

اس روایت سے فی الجملہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے اثر سے بعض لوگوں نے اسلام قبول کیا لیکن ابن ہشام اور ابن الاثیر کی روایت ہے کہ حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی خدمتِ اقدس سے پلٹ کر مسلسل اشاعتِ اسلام کی خدمت انجام دیتے رہے یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو انہوں نے بھی قبیلہ دوس کے ستر یا اسی گھرانوں کے ساتھ شرفِ ہجرت حاصل کیا اور یہ تمام لوگ ان ہی کے زیر اثر مسلمان ہوئے تھے۔ (۴۳) دوس کا وفد بارگاہِ رسالت میں ۷ھ میں حاضر ہوا۔ (۴۴)

ابوذر غفاریؓ کی قبیلہ غفار کو دعوت

حضرت ابوذر غفاریؓ فطرتاً نیک سیرت انسان تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر سنی تو بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

فهل انت مبلغ عنی قومک ؟ عسی الله ان ینفعهم بک ویأجرک فیهم (۴۵)

''کیا تم میری طرف سے اپنی قوم کو اسلام کا پیغام پہنچا سکتے ہو؟ شاید تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو نفع دے اور تمہیں اجر و ثواب عطا فرمائے''۔

چنانچہ واپسی پر حضرت ابوذر غفاریؓ نے سب سے پہلے اپنے بھائی انیس کو دعوتِ اسلام دی۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد ماں کو مائل بہ اسلام کیا وہ بھی بخوشی حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئیں۔ پھر آپؓ نے تمام قوم کو اسلام کی طرف بلایا۔ نصف لوگ اسی وقت مسلمان ہو گئے اور باقی نے بھی ہجرت کے بعد اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابوذرؓ کی دعوتی سرگرمیوں نے دوسرے قبائل کو بھی متاثر کیا چنانچہ قبیلہ غفار کے متصل ہی بنو اسلم کا قبیلہ آباد تھا۔ وہ لوگ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! جس چیز پر ہمارے بھائی اسلام لائے ہیں اس پر ہم بھی

اسلام لاتے ہیں۔آپ نے یہ سن کر فرمایا:

غفار غفر اللّٰہ لھا و اسلم سا لمھا اللّٰہ (۴۶) ''اللہ تعالیٰ غفار کی مغفرت کرے اور اسلم کو سلامت رکھے''

حوالہ جات

(۱) اسد الغابہ، تذکرہ عبداللہ بن عثمان ابوبکر الصدیقؓ، ۳ /۲۰۶

(۲) اسد الغابہ، تذکرہ عثمانؓ بن عفان ،۳/۳۷۶۔ابن حجر، ابوالحسن احمد بن علی، ''الاصابہ فی تمییز الصحابۃ''، تذکرہ عبداللہ بن عثمان ابوبکر الصدیقؓ ،۲/ ۳۴۲، دار احیائ لتراث العربی، بیروت، ۱۳۲۸ھ

(۳) ابن ہشام، اسلام ابی بکر الصدیقؓ، ۱/ ۲۸۶، ۲۸۷

(۴) ابن ہشام، ذکر من اسلم من الصحابۃ بدعوۃ ابی بکرؓ ،۱/ ۲۸۷۔۲۹۷

(۵) اسد الغابہ، تذکرہ ام شریکؓ الدوسیہ، ۵/ ۵۹۴

(۶) ایضاً، تذکرہ فاطمہ بنت الخطابؓ، ۵/ ۵۱۹

(۷) الموطا، کتاب النکاح ، باب نکاح المشرک اذا اسلمت زوجتہ قبلہ، ح: ۶۲۰، ص: ۳۴۲

(۸) الاصابہ، تذکرہ ام سلیمؓ بنت ملحان، ۴/ ۴۶۱۔اسد الغابہ، تذکرہ زیدؓ بن سہل، ۲/ ۲۳۲

(۹) ابن ھشام، ۲/ ۱۴۷

(۱۰) البدایۃ ،۳/ ۲۹، ۳۰۔الاصابہ، تذکرہ ام الخیرؓ بنت صخر ،۴/ ۴۴۷۔اسد الغابہ، تذکرہ ام الخیرؓ بنت صخر، ۵/ ۵۸۰

(۱۱) ابن ہشام، اول من جھر بالقرآن، ۱/ ۳۵۱، ۳۵۲۔اسد الغابہ، تذکرہ عبداللہؓ بن مسعود، ۳/ ۲۵۶، ۲۵۷

(۱۲) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب قصہ اسلام ابی ذرؓ الغفاری، ح : ۳۵۲۲، ص: ۵۹۲۔ایضاً کتاب مناقب الانصار، باب اسلام ابی ذرؓ الغفاری، ح: ۳۸۶۱ ص: ۶۴۸

(۱۳) اسد الغابہ، تذکرہ عثمانؓ بن مظعون، ۳/ ۳۸۶

(۱۴) صحیح البخاری، کتاب التیمم ، باب الصعید الطیب وضوء المسلم ، ح: ۳۴۴، ص: ۵۹

(۱۵) ابن ہشام، ذکر الہجرۃ الاولیٰ الی ارض الحبشہ ،۱/ ۳۵۸

(۱۶) زاد المعاد، ۳/ ۲۳

(۱۷) سیرۃ النبی ﷺ، ۱/ ۱۴۹، ۱۵۰

(۱۸) زاد المعاد، ۳/ ۲۳

(۱۹) صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ الحبشہ ، ح: ۳۸۷۶، ص: ۶۵۱۔المستدرک، مناقب ابی موسیٰؓ الاشعری

۳/۴۶۴،۔اسد الغابہ، تذکرہ ابوموسیٰؓ الاشعری، ۳۰۸/۵

(۲۰) ابنِ قیم الجوزیۃ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، ''زاد المعاذ''، ۲۶/۳، موسس الرسالۃ، بیروت، ۱۹۷۹ء

(۲۱) ابن ہشام ارسال قریش الی حبشۃ فی طلب المہا جرین الیھا، ۳۷۳/۱۔ المسند، حدیث جعفرؓ بن ابی طالب، ح ۱۷۴۲، ۳۳۳/۱

(۲۲) ابن ہشام، ارسال الی الحبشہ فی طلب المہاجرین الیہا، ۳۷۳/۱، المسند، حدیث جعفرؓ بن ابی طالب، ح: ۱۷۴۲، ۳۳۲/۱۔۳۳۴

(۲۳) ابنِ ہشام، ارسال قریش الی الحبشۃ فی طلب المہا جرین الیھا، ۳۷۳/۱۔ المسند، حدیث جعفرؓ بن ابی طالب، ح: ۱۷۴۲، ۳۳۴/۱

(۲۴) یہ تمام واقعات، سیرت ابنِ ہشام اور مسندِ احمد میں موجود ہیں۔ امام احمد بن حنبل اور ابنِ ہشام کا سلسلہ سند بھی ایک ہے۔ محمد بن اسحاق، زہری، ابوبکر بن عبدالرحمٰنؓ بن الحرث بن ہشام مخزومی، ام سلمہؓ۔ یہ سب ثقہ راوی ہیں اور سب سے آخری راوی ام المومنین حضرت ام سلمہؓ ہیں جو خود اس واقعہ میں شریک تھیں اور اس وقت تک رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں نہیں آئیں تھیں بلکہ اپنے پہلے شوہر ابوسلمہؓ بن عبدالاسد کے ساتھ حبشہ ہجرت کر کے گئی تھیں۔ (ابنِ ہشام، ارسال قریش الی الحبشہ فی طلب المہاجرین، ۳۷۳/۱۔۳۷۵۔ المسند، حدیث جعفرؓ بن ابی طالب، ح: ۱۷۴۲، ۳۳۲/۱۔۳۳۴)

(۲۵) ابنِ ہشام، ۴۱۸/۱

(۲۶) خطباتِ بہاولپور، ص: ۴۰۳

(۲۷) ابنِ ہشام، خروج الحبشہ علی النجاشی، ۳۷۹/۱۔ اسد الغابہ، تذکرہ اصحمہؓ، ۱۴۲/۱۔ صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب موت النجاشی، ح: ۳۸۷۷، ص: ۶۵۱

(۲۸) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، ''الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی والخلافۃ الراشدۃ''، ص: ۴۹، قاہرہ، ۱۹۴۱ء

(۲۹) ابن ہشام، اسلام عمروؓ بن العاص وخالدؓ بن الولید، ۳۰۴/۳۔ اسد الغابہ، تذکرہ عمروؓ بن العاص، ۱۱۶/۴

(۳۰) ابن ہشام، اسلام عمروؓ بن العاص وخالد بن الولید، ۳۰۴/۳۔ اسد الغابہ، تذکرہ عمروؓ بن العاص، ۱۱۶/۴

(۳۱) اسد الغابہ، تذکرہ ذومخبرؓ، ۱۴۴/۲

(۳۲) اسد الغابہ، تذکرہ ابرہہؓ ۴۴/۱

(۳۳) یہ تمام نام اور ان کے حالات زندگی اسد الغابہ اور الاصابہ میں ان صحابہ کے تذکروں میں موجود ہیں۔

(۳۴) المسند، مسند عبداللہؓ بن مسعود، ح: ۳۵۸۷، ۶۲۶/۱

(۳۵) ابنِ کثیر، ''البدایۃ''، ۱۴۲/۳۔ ایضاً، ''السیرۃ النبویۃ''، ۱۶۹/۲۔ الہندی، علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین ''کنز

العمال'' فضائل ابی بکر الصدیقؓ، ۳۱۹/۶، موسسۃ الرسالہ، بیروت

(۳۶) ابن کثیر، ابوالفداء، اسماعیل ابن عمر ''السیرۃ النبویۃ''، ۲ /۱۷۱، دارالمعارفۃ، بیروت، ۱۹۷۶ء

(۳۷) ابنِ کثیر ''البدایۃ''، ۳/ ۱۴۴

(۳۸) اسدالغابہ، عبداللہؓ بن قیس ابوموسیٰ اشعریؓ، ۳/ ۲۴۵

(۳۹) صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ الحبشۃ، ح:۳۸۷۶، ص:۶۵۱۔ المستدرک، مناقب ابی موسیٰ الاشعریؓ ۳/ ۴۶۴۔ اسدالغابہ، تذکرہ ابوموسیٰ الاشعریؓ، ۳۰۸/۵

(۴۰) اسدالغابہ، تذکرہ ضمادؓ بن ثعلبۃ الازدی، ۳/ ۴۱، ۴۲۔ الاصابہ، تذکرہ ضمادؓ بن ثعلبۃ الازدی، ۲/ ۲۱۰

(۴۱) اسدالغابہ، تذکرہ ضمادؓ بن ثعلبۃ الازدی، ۳/ ۴۱۔ ۴۲

(۴۲) المسند، مسند جابرؓ بن عبداللہ، ح:۱۴۶۵۴، ۴/ ۳۴۹

(۴۳) ابنِ ہشام، قصۃ اسلام الطفیلؓ بن عمرو دوسی ۱/ ۴۳۲۔ اسدالغابہ، تذکرہ طفیلؓ بن عمرو الدوسی، ۳/ ۵۴

(۴۴) ابن سعد, وفدِ دوس، ۱/ ۳۵۳

(۴۵) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی ذرؓ، ح:۶۳۵۹، ص، ۱۰۸۶، ۱۰۸۸

(۴۶) ایضاً

(جاری)

فکر صالح رکھنے والا ہر شخص یہ سوچتا ہے کہ اگر مغرب کا طرز جمہوری ناقص ہے تو اس کا بدل کس طرح پیدا کیا جائے؟ مغرب تو آخر کار اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کا جو بھی بدل ہوگا، وہ اس سے ناقص تر اور اس سے زیادہ خطرات سے لبریز ہوگا لہٰذا اس کی مسلسل اصلاح کی جائے تاکہ یہ عیوب سے پاک ہوتا جائے اور تمام شہریوں کے بنیادی حقوق کی حفاظت زیادہ اور بہتر سے بہتر ہو سکے۔ اس جمہوریت سے مایوس اور کامل بے زاری نے مغرب میں یا مسولینی اور ہٹلر پیدا کیے یا روسی اشتراکیت۔ اقبال نے ان سب کو ناقص سمجھا اور اپنے ذہن میں اسلامی جمہوریت کا ایک تصور جماتے رہے جس کی عملاً معین صورت اس وقت کسی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ کوئی قابل عمل اسلامی نظام کا خاکہ پیش کرنے کے بجائے اب وہ کہتے ہیں کہ اس طرز جمہوری سے بھاگ کر کسی پختہ کار کی غلامی قبول کر لو۔ اس پختہ کار سے ان کی مراد کوئی عاقل و مجاہد درویش منش مرد مومن ہے۔ ایسا مرد کامل ملت اسلامیہ میں تو کہیں نظر نہیں آتا تو پھر کیا کیا جائے؟ سوائے اس کے کہ انتظار کریں کہ:

مرد از غیب بروں آید و کارے بکند

(ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم: ''فکر اقبال'')